Leon Trotsky

The ABC of MAterialist Dialectics

1939

جدلیاتی مادیت کا پہلا سبق

تحریر: لیون ٹراٹسکی

مترجم: جاوید شاہین

جدلیات نہ تو فکشن ہے اور نہ ہی تصوف۔ اگر اسے زندگی کے عام مسائل تک محدود نہ رکھا جائے تو یہ ایک سائنس ہے جس کے ذریعے پیچیدہ اور طویل اعمال کو سمجھا جا سکتا ہے۔ جدلیات اور رسمی منطق میں وہی رشتہ ہے جو بالائی اور زیریں ریاضیات میں ہوتا ہے۔

ارسطو کی عام قضیے کی منطق یوں شروع ہوتی ہے کہ الف برابر ہے الف کے۔ اس مفروضے کو بے شمار انسانی اعمال کیلئے قبول کر لیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں الف الف کے برابر نہیں ہوتا۔ اگر ان دونوں حرفوں کو محدث شیشے کے نیچے رکھ کر دیکھا جائے تو مذکورہ بالا بات آسانی سے ثابت ہو جائے گی۔ وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ فقط ایک جیسی مقدار کا استعادہ ہیں۔ مثلاً ایک پونڈ چینی۔ اصل میں ایک پونڈ چینی ایک پونڈ نہیں ہوتی۔ ایک زیادہ عمدہ پیمانہ فرق کو واضح کر دے گا۔ یہ بھی درست ہے کہ تمام اجسام مداخلت کے بغیر اپنا حجم، وزن اور رنگ وغیرہ بدل دیتے ہیں۔ وہ خود میں برابر نہیں ہوتے۔ ایک سوفطائی کہے گا کہ ایک خاص لمحے میں ایک پونڈ چینی ایک پونڈ وزن کے برابر ہوتی ہے۔

اگر اس انتہائی مشکوک قضیے کی عملی قدر کو نظر انداز کر بھی دیا جائے تو پھر بھی یہ نظریاتی تنقید کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ مثلاً ہم لفظ ''لمحہ'' کو حقیقی طور پر کیسے تصور میں لا سکیں گے۔ اگر یہ وقت کا ایک لامتناہی عرصہ ہے تو پھر اس مدت میں وہ ''لمحہ'' ناگزیر طور پر تغیر کا مرہون منت ہو گا۔ یا پھر کیا ''لمحہ'' کوئی خالص ریاضیاتی تجرید ہے؟ یعنی وقت کا صفر۔ لیکن ہر شے وقت کے اندر موجود

ہے۔ اور موجودگی بذات خود تبدیلی کا مداخلت کے بغیر ایک عمل ہے۔ نتیجے کے طور پر ہر وقت موجودگی کا ایک بنیادی عنصر ہے۔ لہذا الف برابر الف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز اپنے ہی برابر ہوتی ہے بشرطیکہ وہ تبدیل نہ ہو لیکن اگر وہ تغیر پذیر نہیں ہوگی تو موجود بھی نہیں ہوگی۔

پہلی نظر میں یہ ''باریکیاں'' بے سود لگتی ہیں مگر حقیقت میں یہ فیصلہ کن اہمیت کی مالک ہوتی ہیں ایک طرف الف برابر الف کا قضیہ ہمارے تمام علم سے جدا ہونے کا نکتہ لگتا ہے مگر دوسری طرف یہ نکتہ ہمارے علم کی تمام غلطیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی غلطی کے بغیر الف برابر الف کے قضیے کو استعمال کیا جا سکتا ہے مگر بعض حدود کے اندر رہ کر جب زبردست کام کے دوران الف میں مقداری تبدیلیاں نہ ہونے کے برابر ہوں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ الف برابر الف کے ہے۔ مثال کے طور پر اسی طریقے سے ایک پونڈ چینی فروخت کرنے اور خریدنے والے کے مابین لین دین طے ہوتا ہے اسی طرح سورج کا درجہ حرارت متعین کیا جاتا ہے کچھ عرصہ پہلے تک ڈالر کی قوت خرید کا تعین بھی یونہی ہوتا تھا۔ لیکن مقداری تبدیلیاں بعض حدود سے پرے معیاری تبدیلیوں میں بدل جاتی ہیں ایک پونڈ چینی پانی یا مٹی کے تیل سے مل کر ایک پونڈ چینی نہیں رہتی۔ جب ایک ڈالر صدر کی جیب میں ہوتا ہے تو وہ ایک ڈالر نہیں رہتا۔ کس نازک وقت پر مقدار معیار میں تبدیل ہو جاتی ہے اس لمحے کا تعین عمرانیات سمیت علوم کے تمام شعبوں کیلئے بے حد اہم اور مشکل کام ہے۔

ہر کاریگر جانتا ہے کہ وہ دو چیزیں ایک جیسی نہیں بنا سکتا۔ پیتل کی سلاخ میں کچھ ردو بدل کر کے اس سے کون بنائی جاتی ہے یہ ردو بدل ایک حد سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ (اسے برداشت کہتے ہیں) اس برداشت کو مدنظر رکھتے ہوئے خیال کیا جاتا ہے کہ تمام کونیں ایک جیسی ہیں (یعنی الف برابر ہے الف کے) جب یہ ''برداشت'' بڑھ جاتی ہے تو مقدار معیار میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں کون خراب ہو کر بے قیمت رہ جاتی ہے۔

ہماری سائنسی سوچ ہمارے عام عمل کا ایک حصہ ہوتی ہے جس میں تیکنیک بھی شامل ہے جہاں تک نظریات کا تعلق ہے اس کیلئے بھی ''برداشت'' کی ضرورت ہے جو الف برابر کے قضیے سے معرض وجود میں نہیں آتی بلکہ اس قضیے کی جدلیاتی منطق سے جنم لیتی ہے کہ ہر چیز ہر وقت بدلتی رہتی ہے۔ عقل عامہ کی خوبی اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ یہ بتدریج ''برداشت'' سے آگے نکل جاتی ہے۔

سرمایہ داری' اخلاقیات' آزادی' مزدور ریاست جیسے نظریات کے ساتھ کوئی بیہودہ قسم کا خیال بھی گہری تجریدات کی طرح بندھا ہوتا ہے۔ یعنی سرمایہ داری سرمایہ داری کے برابر ہے۔ اخلاقیات اخلاقیات کے برابر ہے وغیرہ۔ لیکن جدلیاتی سوچ چیزوں کو ان کے مسلسل تغیر کے تناظر میں دیکھتی ہے اور مادی حالات میں ان تبدیلیوں کا تعین کرتی ہے جن کی حد سے ماورا الف الف نہیں

رہتا۔ایک مزدور ریاست ریاست نہیں رہتی۔

بیہودہ خیال کی بنیادی خامی یہ ہے کہ یہ حقیقت کو بے حرکت سمجھتا ہے حالانکہ حقیقت ازلی حرکت پر مشتمل ہے۔ جدلیاتی سوچ ممکن حد تک نظریات کو درستگی' جامعیت' لچک اور بہتر مواد مہیا کرتی ہے بلکہ ایک شادابی جو نظریات کو ایک حد تک عملی زندگی کے قریب لے آتی ہے۔عام سرمایہ داری نہیں بلکہ ترقی کے کسی خاص مرحلے کی سرمایہ داری' عام مزدور ریاست نہیں بلکہ سامراجی گردوپیش میں کسی پسماندہ ملک میں مزدور ریاست۔

جدلیاتی سوچ کا بیہودگی سے وہی رشتہ ہے جو چلتی تصویر کا ساکت تصویر سے ہوتا ہے۔چلتی تصویر ساکت تصویر کے خلاف نہیں جاتی بلکہ وہ حرکت کے اصول کے تحت ساکت تصویروں کو ایک تسلسل میں پرو دیتی ہے۔جدلیات سچ سے انکار نہیں کرتی بلکہ بہت سے سچ اس طرح جوڑ دیتی ہے کہ ہم ازلی طور پر تغیر پذیر حقیقت کو زیادہ قریب سے دیکھ سکتے ہیں۔ہیگل اپنی کتاب ''منطق'' میں قوانین کا ایک سلسلہ قائم کرتا ہے۔مثلاً مقدار کا معیار میں بدل جانا' تضادات کے ذریعے آگے بڑھنا' ہیت اور مواد کا تصادم'تسلسل میں مداخلت' امکان کا ناگزیریت میں تبدیل ہو جانا وغیرہ۔نظریاتی سوچ کیلئے یہ سب کچھ اتنا ہی ضروری ہے جتنے قضیے ابتدائی کاموں کے لئے۔

ہیگل نے ڈارون اور مارکس سے پہلے لکھا تھا۔انقلاب فرانس نے سوچ کو جو زبردست تحریک دی تھی اسکی بدولت ہیگل نے سائنس کی ترقی کو پیشگی دیکھ لیا تھا۔اگر چہ یہ ایک بڑے آدمی کی پیش بینی تھی مگر ہیگل نے اسے خیال پرستانہ کردار دے دیا اس نے خیالی سایوں کو حتمی حقیقت قرار دے ڈالا۔لیکن مارکس نے کہا کہ یہ خیالی سائے مادی اجسام کی حرکت کا عکس ہیں۔

ہم اپنے جدلیاتی مادہ پرست سے کہتے ہیں کہ اس کی جڑیں نہ تو آسمان میں ہیں اور نہ ہی ہماری ''آزادانہ مرضی'' کی گہرائیوں میں ہیں بلکہ معروضی حقیقت یعنی فطرت میں ہیں۔شعور لاشعور سے جنم لیتا ہے' نفسیات جسمانی علم سے' نامیاتی دنیا غیر نامیاتی سے' نظام شمسی ستاروں کے جھرمٹ یا بادلوں سے۔ترقی کے اس زینے کے ہر قدم پر مقداری تبدیلیاں معیاروں میں بدلتی رہیں۔ہماری سوچ بشمول جدلیاتی سوچ تغیر پذیر مادے کے مختلف رنگ اور روپ ہیں۔اس نظام کے اندر خدا' شیطان' غیر فانی روح' قوانین کی ابدی قدروں اور اخلاقیات کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔جدلیاتی سوچ فطرت کی جدلیات سے پیدا ہوئی ہے۔اس کا کردار مکمل طور پر مادی ہے۔

ڈارون ازم جو مختلف صنفوں کی مقدار سے معیار میں تبدیلی کی وضاحت کرتا ہے' نامیاتی مادے کی دنیا میں جدلیات کی بہت بڑی فتح تھی۔دوسری بڑی دریافت کیمیاوی عناصر کے ایٹمی اوزان کا ٹیبل ہے۔اس سے آگے کی دریافت ایک عنصر کا دوسرے عنصر میں تبدیل ہو جانا تھا۔

ان ہیئت کذائیوں کے ساتھ درجہ بندی کا سوال قریبی طور پر وابستہ ہے جو فطری اور سماجی

سائنس میں برابر کی اہمیت رکھتا ہے۔ اٹھارویں صدی کے سویڈش ماہر نباتات نے چیزوں کی عدم تبدیلی کے متعلق جو بات کی تھی اس میں پودوں کی خارجی خاصیتوں کے مطابق تشریح اور درجہ بندی کی گئی تھی۔ علم نباتات کا وہ طفلانہ زمانہ منطق کے طفلانہ زمانے سے مشابہ تھا۔ کیونکہ ہماری سوچ اسی طرح ترقی کرتی ہے جیسے دوسری زندہ چیزیں۔ عدم تبدیلی کا خیال اسی وقت فیصلہ کن انداز میں جڑ سے اکھاڑا جا سکتا ہے جب پودوں کے ارتقاء کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے اور یوں حقیقی سائنسی درجہ بندی کی بنیاد تیار کی جائے۔

مارکس جو ڈارون سے امتیازی طور پر ایک باشعور جدلیات پسند تھا' اس نے انسانی سماجوں کی ان کی پیداواری طاقتوں کی روشنی میں سائنسی درجہ بندی دریافت کی تھی۔ اس نے ملکیت کے تعلقات کا ڈھانچہ بھی معلوم کیا جو معاشرے کی جراحی پر مشتمل تھا۔ ریاست اور سماجوں کی بیہودہ درجہ بندی کی جگہ مارکسزم نے لے لی جو جدلیاتی مادیت کی درجہ بندی ہے۔ مارکس کا طریقہ اختیار کرنے کے بعد ہی مزدور ریاست کے نظریے اور اس کے زوال کے لمحے کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں اور جیسا کہ فریب خوردہ جہالت اور بے خبری تصدیق کرے گی' اس میں کہیں بھی کوئی مابعد الطبعیاتی یا عالمانہ بات نہیں ہے۔ معاصر سائنسی سوچ میں جدلیاتی منطق حرکت کے قوانین کی ترجمانی کرتی ہے۔ اس کے برعکس جدلیاتی مادیت کے خلاف جدوجہد ایک دور افتادہ ماضی' پیٹی بورژوازی کی قدامت پسندی' خود فریبی کے مارے ہوئے یونیورسٹیوں کے پروفیسروں کا واویلا اور کسی بعد کی ندگی کی امید کرنے والوں کی ترجمانی کرتی ہے۔

جدلیات نہ تو فکشن ہے اور نہ ہی تصوف۔ اگر اسے زندگی کے عام مسائل تک محدود نہ رکھا جائے تو یہ ایک سائنس ہے جس کے ذریعے پیچیدہ اور طویل اعمال کو سمجھا جا سکتا ہے۔ جدلیات اور رسمی منطق میں وہی رشتہ ہے جو بالائی اور زیریں ریاضیات میں ہوتا ہے۔

ارسطو کی عام قضیے کی منطق یوں شروع ہوتی ہے کہ الف برابر ہے الف کے۔ اس مفروضے کو بے شمار انسانی اعمال کیلئے قبول کر لیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت میں الف الف کے برابر نہیں ہوتا۔ اگر ان دونوں حرفوں کو محدث شیشے کے نیچے رکھ کر دیکھا جائے تو مذکورہ بالا بات آسانی سے ثابت ہو جائے گی۔ وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ فقط ایک جیسی مقدار کا استعادہ ہیں۔ مثلاً ایک پونڈ چینی۔ اصل میں ایک پونڈ چینی ایک پونڈ نہیں ہوتی۔ ایک زیادہ عمدہ پیمانہ فرق کو واضح کر دے گا۔ یہ بھی درست ہے کہ تمام اجسام مداخلت کے بغیر اپنا حجم' وزن اور رنگ وغیرہ بدل دیتے ہیں۔ وہ خود میں برابر نہیں ہوتے۔ ایک سوفطائی کہے گا کہ ایک خاص لمحے میں ایک پونڈ چینی ایک پونڈ وزن کے برابر ہوتی ہے۔

اگر اس انتہائی مشکوک قضیے کی عملی قدر کو نظر انداز کر بھی دیا جائے تو پھر بھی یہ نظریاتی تنقید کو

برداشت نہیں کر سکے گا۔ مثلاً ہم لفظ ''لمحہ'' کو حقیقی طور پر کیسے تصور میں لاسکیں گے۔ اگر یہ وقت کا ایک لامتناہی عرصہ ہے تو پھر اس مدت میں وہ ''لمحہ'' ناگزیر طور پر تغیر کا مرہون منت ہوگا۔ یا پھر کیا ''لمحہ'' کوئی خالص ریاضیاتی تجرید ہے؟ یعنی وقت کا صفر۔ لیکن ہر شے وقت کے اندر موجود ہے۔ اور موجودگی بذات خود تبدیلی کا مداخلت کے بغیر ایک عمل ہے۔ نتیجے کے طور پر ہر وقت موجودگی کا ایک بنیادی عنصر ہے۔ لہذا الف برابر الف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک چیز اپنے ہی برابر ہوتی ہے بشرطیکہ وہ تبدیل نہ ہو لیکن اگر وہ تغیر پذیر نہیں ہوگی تو موجود بھی نہیں ہوگی۔

پہلی نظر میں یہ ''باریکیاں'' بے سود لگتی ہیں مگر حقیقت میں یہ فیصلہ کن اہمیت کی مالک ہوتی ہیں ایک طرف الف برابر الف کا قضیہ ہمارے تمام علم سے جدا ہونے کا نکتہ لگتا ہے مگر دوسری طرف یہ نکتہ ہمارے علم کی تمام غلطیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی غلطی کے بغیر الف برابر الف کے قضیے کو استعمال کیا جاسکتا ہے مگر بعض حدود کے اندر رہ کر جب زبردست کام کے دوران الف میں مقداری تبدیلیاں نہ ہونے کے برابر ہوں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ الف برابر الف کے ہے۔ مثال کے طور پر اسی طریقے سے ایک پونڈ چینی فروخت کرنے اور خریدنے والے کے مابین لین دین طے ہوتا ہے اسی طرح سورج کا درجہ حرارت متعین کیا جاتا ہے کچھ عرصہ پہلے تک ڈالر کی قوت خرید کا تعین بھی یونہی ہوتا تھا۔ لیکن مقداری تبدیلیاں بعض حدود سے پرے معیاری تبدیلیوں میں بدل جاتی ہیں ایک پونڈ چینی پانی یا مٹی کے تیل سے مل کر ایک پونڈ چینی نہیں رہتی۔ جب ایک ڈالر صدر کی جیب میں ہوتا ہے تو وہ ایک ڈالر نہیں رہتا۔ کس نازک وقت پر مقدار معیار میں تبدیل ہوجاتی ہے اس لمحے کا تعین عمرانیات سمیت علوم کے تمام شعبوں کیلئے بے حد اہم اور مشکل کام ہے۔

ہر کاریگر جانتا ہے کہ وہ دو چیزیں ایک جیسی نہیں بنا سکتا۔ پیتل کی سلاخ میں کچھ ردوبدل کر کے اس سے کون بنائی جاتی ہے یہ ردوبدل ایک حد سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ (اسے برداشت کہتے ہیں) اس برداشت کو مدنظر رکھتے ہوئے خیال کیا جاتا ہے کہ تمام کونیں ایک جیسی ہیں (یعنی الف برابر ہے الف کے) جب یہ ''برداشت'' بڑھ جاتی ہے تو مقدار معیار میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں کون خراب ہو کر بے قیمت رہ جاتی ہے۔

ہماری سائنسی سوچ ہمارے عام عمل کا ایک حصہ ہوتی ہے جس میں تیکنیک بھی شامل ہے جہاں تک نظریات کا تعلق ہے اس کیلئے بھی ''برداشت'' کی ضرورت ہے جو الف برابر کے قضیے سے معرض وجود میں نہیں آتی بلکہ اس قضیے کی جدلیاتی منطق سے جنم لیتی ہے کہ ہر چیز ہر وقت بدلتی رہتی ہے۔ عقل عامہ کی خوبی اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ یہ بتدریج ''برداشت'' سے آگے نکل جاتی ہے۔

سرمایہ داری، اخلاقیات، آزادی، مزدور ریاست جیسے نظریات کے ساتھ کوئی بیہودہ قسم کا

خیال بھی گہری تجریدات کی طرح بندھا ہوتا ہے۔ یعنی سرمایہ داری سرمایہ داری کے برابر ہے۔ اخلاقیات اخلاقیات کے برابر ہے وغیرہ۔ لیکن جدلیاتی سوچ چیزوں کو ان کے مسلسل تغیر کے تناظر میں دیکھتی ہے اور مادی حالات میں ان تبدیلیوں کا تعین کرتی ہے جن کی حد سے ماورا الف الف نہیں رہتا۔ ایک مزدور ریاست ریاست نہیں رہتی۔

بیہودہ خیال کی بنیادی خامی یہ ہے کہ یہ حقیقت کو بے حرکت سمجھتا ہے حالانکہ حقیقت ازلی حرکت پر مشتمل ہے۔ جدلیاتی سوچ ممکن حد تک نظریات کو درستگی' جامعیت' لچک اور بہتر مواد مہیا کرتی ہے بلکہ ایک شادابی جو نظریات کو ایک حد تک عملی زندگی کے قریب لے آتی ہے۔ عام سرمایہ داری نہیں بلکہ ترقی کے کسی خاص مرحلے کی سرمایہ داری' عام مزدور ریاست نہیں بلکہ سامراجی گردوپیش میں کسی پسماندہ ملک میں مزدور ریاست۔

جدلیاتی سوچ کا بیہودگی سے وہی رشتہ ہے جو چلتی تصویر کا ساکت تصویر سے ہوتا ہے۔ چلتی تصویر ساکت تصویر کے خلاف نہیں جاتی بلکہ وہ حرکت کے اصول کے تحت ساکت تصویروں کو ایک تسلسل میں پرو دیتی ہے۔ جدلیات سچ سے انکار نہیں کرتی بلکہ بہت سے سچ اس طرح جوڑ دیتی ہے کہ ہم ازلی طور پر تغیر پذیر حقیقت کو زیادہ قریب سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہیگل اپنی کتاب ''منطق'' میں قوانین کا ایک سلسلہ قائم کرتا ہے۔ مثلاً مقدار کا معیار میں بدل جانا' تضادات کے ذریعے آگے بڑھنا' ہیت اور مواد کا تصادم' تسلسل میں مداخلت' امکان کا ناگزیریت میں تبدیل ہو جانا وغیرہ۔ نظریاتی سوچ کیلئے یہ سب کچھ اتنا ہی ضروری ہے جتنے قضیے ابتدائی کاموں کے لئے۔

ہیگل نے ڈارون اور مارکس سے پہلے لکھا تھا۔ انقلاب فرانس نے سوچ کو جو زبردست تحریک دی تھی اسکی بدولت ہیگل نے سائنس کی ترقی کو پیشگی دیکھ لیا تھا۔ اگرچہ یہ ایک بڑے آدمی کی پیش بینی تھی مگر ہیگل نے اسے خیال پرستانہ کردار دے دیا اس نے خیالی سایوں کو حتمی حقیقت قرار دے ڈالا۔ لیکن مارکس نے کہا کہ یہ خیالی سائے مادی اجسام کی حرکت کا عکس ہیں۔

ہم اپنے جدلیاتی مادہ پرست سے کہتے ہیں کہ اس کی جڑیں نہ تو آسمان میں ہیں اور نہ ہی ہماری ''آزادانہ مرضی'' کی گہرائیوں میں ہیں بلکہ معروضی حقیقت یعنی فطرت میں ہیں۔ شعور لاشعور سے جنم لیتا ہے' نفسیات جسمانی علم سے' نامیاتی دنیا غیر نامیاتی سے' نظام شمسی ستاروں کے جھرمٹ یا بادلوں سے۔ ترقی کے اس زینے کے ہر قدم پر مقداری تبدیلیاں معیاروں میں بدلتی رہیں۔ ہماری سوچ بشمول جدلیاتی سوچ تغیر پذیر مادے کے مختلف رنگ اور روپ ہیں۔ اس نظام کے اندر خدا' شیطان' غیر فانی روح' قوانین کی ابدی قدروں اور اخلاقیات کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ جدلیاتی سوچ فطرت کی جدلیات سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کا کردار مکمل طور پر مادی ہے۔

ڈارون ازم جو مختلف صنفوں کی مقدار سے معیار میں تبدیلی کی وضاحت کرتا ہے' نامیاتی

مادے کی دنیا میں جدلیات کی بہت بڑی فتح تھی۔ دوسری بڑی دریافت کیمیاوی عناصر کے ایٹمی اوزان کا ٹیبل ہے۔ اس سے آگے کی دریافت ایک عنصر کا دوسرے عنصر میں تبدیل ہو جانا تھا۔

ان ہیئت کذائیوں کے ساتھ درجہ بندی کا سوال قریبی طور پر وابستہ ہے جو فطری اور سماجی سائنس میں برابر کی اہمیت رکھتا ہے۔ اٹھارویں صدی کے سویڈش ماہر نباتات نے چیزوں کی عدم تبدیلی کے متعلق جو بات کی تھی اس میں پودوں کی خارجی خاصیتوں کے مطابق تشریح اور درجہ بندی کی گئی تھی۔ علم نباتات کا وہ طفلانہ زمانہ منطق کے طفلانہ زمانے سے مشابہ تھا۔ کیونکہ ہماری سوچ اسی طرح ترقی کرتی ہے جیسے دوسری زندہ چیزیں۔ عدم تبدیلی کا خیال اسی وقت فیصلہ کن انداز میں جڑ سے اکھاڑا جا سکتا ہے جب پودوں کے ارتقاء کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے اور یوں حقیقی سائنسی درجہ بندی کی بنیاد تیار کی جائے۔

مارکس جو ڈارون سے امتیازی طور پر ایک باشعور جدلیات پسند تھا' اس نے انسانی سماجوں کی ان کی پیداواری طاقتوں کی روشنی میں سائنسی درجہ بندی دریافت کی تھی۔ اس نے ملکیت کے تعلقات کا ڈھانچہ بھی معلوم کیا جو معاشرے کی جراحی پر مشتمل تھا۔ ریاست اور سماجوں کی بیہودہ درجہ بندی کی جگہ مارکسزم نے لے لی جو جدلیاتی مادیت کی درجہ بندی ہے۔ مارکس کا طریقہ اختیار کرنے کے بعد ہی مزدور ریاست کے نظریے اور اس کے زوال کے لمحے کا تعین کیا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں اور جیسا کہ فریب خوردہ جہالت اور بے خبری تصدیق کرے گی' اس میں کہیں بھی کوئی مابعدالطبعیاتی یا عالمانہ بات نہیں ہے۔ معاصر سائنسی سوچ میں جدلیاتی منطق حرکت کے قوانین کی ترجمانی کرتی ہے۔ اس کے برعکس جدلیاتی مادیت کے خلاف جدوجہد ایک دور افتادہ ماضی' پیٹی بورژوازی کی قدامت پسندی' خودفریبی کے مارے ہوئے یونیورسٹیوں کے پروفیسروں کا واویلا اور کسی بعد کی زندگی کی امید کرنے والوں کی ترجمانی کرتی ہے۔

پڑھنے والوں سے

marxists.org کا اردو سیکشن آپ کا بہت شکرگزار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب کے مواد اور اس کے ترجمے کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم آپ کے شکرگزار ہوں گے۔

اپنی رائے کے لئے درج ذیل پتے پر ای میل کریں:

hasan.marxists.org

اس کے علاوہ اگر آپ اردو یا کسی اور زبان کے سیکشن کے لئے اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر پیش کرنا چاہیں تو انسانی علمی ترقی میں آپ کا حصہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔

یہ ایڈیشن مارکسسٹ انٹرنیٹ آرکائیو اردو سیکشن کے لئے ابن حسن نے ترتیب دیا۔

اردو ٹائپ: آدم پال۔

نظر ثانی ترجمہ: ابن حسن